مالی معاملات میں اجارہ کا تعارف اور عصر حاضر میں اس میں لگائی جانے والی شروط کے اثرات کا شرعی جائزہ

خلیل الرحمن *

Abstract

Leasing is a vital part of economic activities. It plays an undeniable role in market. Everyone does not have his own home, shop or building etc., but by leasing we get benefits from other properties. Due to not paying rent on time the owner sometime is compelled put in a dispute with a leaseholder. This dispute result in regulating the beneficiary, the one who needs to rent a home or shop. The owner sets a variety of rules and conditions for leaser and makes it mandatory to fulfill them. In this research paper we will first analyze these conditions being applied in various modern type of leasing and then will come with Shariah principals for this conditions in the light of Quran and Sunnah, in order to satisfy the owner and lease holder both.

***KEYWORDS**: Leasing, economy, properties, rent.*

عصر حاضر میں اجارہ (Leasing) کا معاملہ ہر ایک انسان کی اشد ضرورت ہے، اور مارکیٹ میں اس کی اہمیت وافادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ سوسائٹی میں کسی کو گھر یا مکان کی ضرورت ہے تو کوئی دوکان، مارکیٹ وغیرہ کو کرایہ پر لیتا ہے، لیکن بدقسمتی سے آج کل کے لوگوں میں عام طور پر دھوکہ دہی، فریب اور اپنے کیے ہوئے وعدوں پر پورا نہ اترنے کا رجحان عام ہو چکا ہے، اس لیے بعض دفعہ شرائط اور التزامات سے خالی عقود و معاملات باہم نزاع وغیرہ کا باعث بنتے ہیں، اس سے بچنے کی خاطر اجارہ کے معاملہ میں بھی شروط لگائی جاتی ہیں۔ اس لیے عصر حاضر کے

* ڈاکٹر خلیل الرحمن، لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، یونی ورسٹی آف لورالائی، بلوچستان۔

مروجہ مالیاتی ادارے جب اجارہ (کرایہ داری) کا معاملہ کرتے ہیں تو اس میں ان کی طرف سے شروط لگائی جاتی ہیں، اب کرایہ دار یا تاجر حضرات ان کے جواز اور عدم جواز کے حوالے سے پریشان ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس مقالے میں اجارہ کا بنیادی تعارف اور عصر حاضر میں اس میں لگائی جانے والی شروط کے اثرات کا تحقیقی مطالعہ کیا گیا ہے۔ تاکہ شرعی نقطہ نگاہ سے اس بات کی تحقیق کی جائے کہ کونسی شرائط جائز اور کونسی ناجائز ہیں؟ جن سے مارکیٹ میں کرایہ دار یا تاجر حضرات کی پریشانی دور ہو سکے اور وہ یکسو ہو کر شریعت کے مقرر کردہ اصولوں کے مطابق اپنے معاملات کو سرانجام دے سکیں۔

اجارہ کا تعارف

لغوی تعریف

"اجارہ" عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ (ا، ج، ر) اجر ہے جس کے معنی ہیں "کسی عمل کے بدلے عوض دینا" کیونکہ شروع میں اس کا اطلاق صرف اجرت پر ہی کیا جاتا تھا۔ بعد میں یہ لفظ عقدِ اجارہ کے لیے استعمال کیا جانے لگا، جس کے معنی ہیں "کسی عمل کے بدلے میں کوئی عوض اور اجرت ادا کرنا" اجارہ کہلاتا ہے۔ چنانچہ "لسان العرب" میں ہے:

الأجر الجزاء على العمل والجمع أجور والإجارة من أجر يأجر وهو ما أعطيت من أجر في عمل (۱)

"اجر کے معنی ہیں کسی عمل کے بدلے اجرت دینا، جس کی جمع اجور آتی ہے اور اجارہ کے معنی ہیں جو اجرت کسی عمل کے عوض دوسروں کو دی جاتی ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ کسی عمل اور کام کے بدلے اجرت وغیرہ ادا کرنے کا نام اجرت اور اجارہ ہے۔

اصطلاحی تعریف

فقہائے کرام کی اصطلاح میں اجارے کے مفہوم میں کوئی خاص فرق نہیں ہے بلکہ ہر ایک نے تقریباً ایک دوسرے کے قریب اجارہ کی تعریف تحریر فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "اجارہ کسی معلوم چیز کی متعین اور جائز منفعت کو اجرت کے عوض حاصل کرنے کا نام ہے" چنانچہ اس بارے میں "کنز الدقائق" میں ہے:

الإجارة هي بيع منفعة معلومة بأجر معلوم (۲)

"اجارہ سے مراد وہ عقد ہے جو اجرت معلوم کے عوض میں ہو۔"

اجارہ کی تعریف "الاقناع" میں اس طرح کی گئی ہے کہ یہ جائز اور معلوم و متعین مدت میں معلوم مقدار میں عمل حاصل کرنے کا نام ہے جو معلوم منفعت سے وقتاً فوقتاً حاصل ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ "ابو النجا الحجاوی" لکھتے ہیں:

وهي عقد على منفعة مباحة معلومة تؤخذ شيئًا فشيئًا مدة معلومة من عين معلومة أو موصوفة في الذمة أو عمل معلوم بعوض معلوم (۳)

"اجارہ جائز اور معلوم منفعت پر مشتمل عقد کا نام ہے جس میں منفعت معلوم اور متعین مدت میں درجہ بدرجہ حاصل ہوتی رہتی ہے کسی متعین اور معہود فی الذہن چیز سے یا کسی معلوم اور متعین مقدار عمل کے ذریعے سے وجود میں آتی ہے۔"

اسی طرح روض الطالب کی شرح "اسنی المطالب" میں ہے:

وشرعاعقدعلى منفعةمقصودةمعلومةقابلةللبذروالإباحةبعوض معلوم"(۴)

"شریعت میں اجارہ ایسی منفعتِ مقصودہ پر مشتمل عقد ہے جسے جائز اور معلوم منفعت کے عوض قابل صرف کیا جاسکے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ اجارے سے مراد وہ عقد ہے جس میں جائز اور معلوم و متعین منفعت کے عوض معلوم اجرت فراہم کی جاتی ہو اور اس میں معلوم منفعت وقتاً فوقتاً وجود میں آتی رہتی ہے جو اجیر کے ذمے لازم ہوتی ہے۔ خواہ وہ کسی ایسی منفعت میں ہو جس کا تعلق ادارے یا شخص کی خدمات (Services) کی شکل میں وصول کی جاسکتی ہے جس کا معاوضہ اجرت کی صورت میں وہ وصول کرتا ہے۔ یا اس کا تعلق کسی ایسی چیز سے ہو جس کو استعمال کے لیے معلوم اور طے شدہ مدت کے لیے فراہم کرنا ہو مثلاً اثاثہ جات یا جائیداد کے منافع، یا جسے نفع لے کر استعمال کیا جائے یا مثلاً مکان، دکان اور گاڑی وغیرہ۔ نیز اس سے اس بات کی وضاحت ہوگئی ہے کہ اجارہ کی مذکورہ دونوں صورتوں میں منفعت اور اجرت کا معلوم ہونا ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر معاملے میں تنازعہ پیدا ہونے کا قوی اندیشہ ہے جیسا کہ آگے یہ ساری باتیں اس عقد کی شرائط سے بخوبی واضح ہو جائیں گی۔

عقد اجارہ میں استعمال ہونے والی اصطلاحات

مؤجر: خدمات یا کسی چیز کی منفعت فراہم کرنے والے کو "اجیر" کہتے ہیں اور انگریزی میں اسے (Lessor) کہا جاتا ہے۔

مستاجر: خدمات یا کسی منفعت لینے والے کو "مستاجر" کہتے ہیں اور انگریزی میں اسے (Lessee) کہا جاتا ہے جبکہ دونوں کو "موجر" کہتے ہیں۔

اجرت: مؤجر کو فراہم کی جانے والی چیز کے عوض میں جو کرایہ ملتا ہے اسے "اجرت" اور انگریزی میں (Wages) کہا جاتا ہے۔

اجارہ کی مشروعیت

اجارہ ایک جائز اور مشروع معاملہ ہے جس کا صریح تذکرہ قرآن اور حدیث میں آیا ہے، چنانچہ ذیل میں چند نصوص ذکر کی جاتی ہیں جن سے اس کی مشروعیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے:

اجارہ قرآن مجید کی روشنی میں

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں اجارہ کی صورت بیان فرمائی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جب تم عورتوں سے اپنے بچوں کو دودھ پلانے کا معاملہ اختیار کرو، تو ان کو دودھ سے فارغ ہو جانے کے بعد طے شدہ اجرت ادا کرو، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ (۵)

"پھر اگر وہ تمہارے لیے بچے کو دودھ پلائیں، تو انہیں ان کی اجرت ادا کرو۔"

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالی فرماتے ہیں:

قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَى أَن تَأْجُرَنِي ثَمَانِيَ حِجَجٍ (۶)

"ان کے باپ (حضرت شعیب علیہ السلام) نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو لڑکیوں میں سے ایک سے تمہارا نکاح کر دوں، بشرطیکہ تم آٹھ سال تک اجرت پر میرے پاس کام کرو۔"

مذکورہ آیاتِ کریمہ سے اس بات کی وضاحت ہو گئی ہے کہ قرآن مجید میں بھی اللہ تعالی نے اجارہ کے معاملات کا تذکرہ فرمایا ہے جس سے یہ بات آشکار ہو جاتی ہے کہ اجارہ ایک جائز اور مشروع عقد ہے۔

اجارہ حدیث کی روشنی میں

اجارہ کی اہمیت اور اس کے جواز کے بارے میں حدیث شریف میں آیا ہے کہ مزدور کو کام کی تکمیل پر اس کی اجرت ادا کرنا ضروری ہے کیونکہ اجرت ادا نہ کرنے پر اللہ تعالی نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: قال الله ثلاثة أنا خصمهم يوم القيامة رجل أعطى بي ثم غدر ورجل باع حرا فأكل ثمنه ورجل استأجر أجيرا فاستوفى منه ولم يعط أجره (۷)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت نقل کرتے ہوئے فرمایا: کہ اللہ تعالی نے فرمایا قیامت کے دن میں تین آدمیوں کا دشمن بنوں گا: ایک وہ شخص جو میرا نام لے کر عہد کرے اور پھر اسے توڑ دے، دوسرا وہ جس نے کسی آزاد آدمی کو فروخت کیا اور پھر اس کی قیمت کھائی، اور تیسرا شخص وہ ہے جس نے کسی مزدور کو اجرت پر رکھا اور اس سے کام لیا لیکن اسے اجرت نہ دی۔"

مذکورہ بالا حدیث میں اللہ رب العزت نے تین آدمیوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ میں قیامت کے دن ان سے دشمنی کروں گا اور ان میں سے ایک وہ ہے جس نے کسی مزدور سے کام لیا اور پھر جب اس کا حق بنا تو وہ اسے نہیں دیا

یعنی اس کی اجرت نہیں دی، اس سے بھی یہ معلوم ہو رہا ہے کہ اجارہ حدیث مبارکہ کی رو سے بھی ایک جائز عقد ہے۔

ایک دوسری حدیث میں حضور ﷺ سے یہاں تک منقول ہے کہ جب کوئی انسان تمہارے ساتھ بطورِ اجرت کوئی کام کرنا چاہے تو اس کی اجرت کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دیا کرو۔ چنانچہ ارشادِ گرامی ہے:

عن أبي هريرة قال: قال النبي صلى الله عليه و سلم: "أعط الأجير أجره قبل أن يجف عرقه (۸)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مزدور کو اس کی اجرت اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دو۔"

اس حدیث میں حضور ﷺ نے ہمیں اجارہ کی مشروعیت سمیت مزدوروں کے حقوق اور ان کے ساتھ اچھے اخلاق اور سلوک سے پیش آنے کے اصول بھی بتلائے ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ جب مزدور کا کوئی حق بطورِ مزدوری کسی کے ذمے آجائے تو اسے چاہیے کہ اسے فوراً ادا کرنے کی کوشش کرے، تاکہ اسے اپنا حق بروقت مل جائے۔

اجارہ کے ارکان

اجارہ کے ارکان دیگر عقود کی طرح ایجاب اور قبول ہیں اور یہ ان الفاظ کے ساتھ منعقد ہوتا ہے، جو اجارہ پر دلالت کرتے ہیں۔ اگرچہ فقہائے کرام نے اس کے لیے "الاجارہ، استیجار یا الاکراء اور اکتراء" کے الفاظ بتلائے ہیں لیکن عصرِ حاضر میں لوگوں کے عرف ورواج میں جن الفاظ سے اجارہ عام طور پر کیا جاتا ہے، اس کے لیے وہ الفاظ بھی درست ہیں۔ کیونکہ اگر ان الفاظ سے اسے منعقد نہ سمجھا جائے جو لوگوں میں مشہور ہیں تو لوگ مشکل میں پڑ جائیں گے۔ اس لیے ہر ایک شہر کے لوگ اپنے رواج کے مطابق جن الفاظ سے اسے کرنا چاہیں وہ منعقد کر سکتے ہیں۔ مذکورہ دو ارکان فقہ حنفی کی روشنی میں ہیں۔ جیسا کہ بدائع الصنائع میں ہے:

أما ركنها فالإيجاب و القبول و ذلك بلفظ دال عليها و هو لفظ الإجارة و الاستئجار و الاكتراء و الإكراء فإذا وجد ذلك فقد تم الركن (۹)

جبکہ دیگر حضرات کے نزدیک ارکان میں ایجاب وقبول سمیت عاقدان (موجر اور مستاجر)، منفعت اور اجرت بھی شامل ہے۔

اجارہ کی شرائط

عقدِ اجارہ کی صحت کے لیے فتاوی الہندیہ کی درج ذیل عبارت میں شرائط مذکور ہیں:

و أما شرائط الصحة فمنها رضا المتعاقدين و منها أن يكون المعقود عليه و هو المنفعة معلوما و منها بيان محل المنفعة ۔۔۔ و منها بيان العمل في استئجار الضياع و كذا بيان المعمول فيه ۔۔۔ و منها أن

يكون مقدور الاستيفاء حقيقة أو شرعا۔۔۔ومنها أن لا يكون العمل المستأجر له فرضا ولا واجبا على الأجير قبل الإجارة۔۔۔ومنها أن تكون المنفعة مقصودة معتادا۔۔۔ومنها أن يكون مقبوض المؤاجر إذا كان منقولا فإن لم يكن في قبضه فلا تصح إجارته ومنها أن تكون الأجرة معلومة ومنها أن لا تكون الأجرة منفعة هي من جنس المعقود عليه۔۔۔ومنها خلو الركن عن شرط لا يقتضيه العقد ولا يلائمه (۱۰)

اجارہ کی مذکورہ تعریفات اور درج بالا عبارت سے اس کی بنیادی شرائط کا بخوبی اندازہ ہو گیا ہے کہ بنیادی طور پر اجارہ کی صحت کے لیے درج ذیل شرائط کا ہونا ضروری ہے:

۱۔ ***متعاقدین عقدِ اجارہ پر راضی ہوں***، کیونکہ ان کی رضامندی کے بغیر اجارہ منعقد نہیں ہوتا۔

۲۔ **اجارہ میں منفعت معلوم ہو:** کرایہ داری کے معاملے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے معقود علیہ میں منفعت معلوم ہو، یا اگر کرایہ داری کا معاملہ کسی سروسیز پر کیا جائے پھر بھی اس کی منفعت (خدمات) معلوم اور متعین کرنا ضروری ہے، کیونکہ اگر اس معاملے میں منفعت کو معلوم نہ کیا جائے تو اس میں نزاع اور جھگڑا پیدا ہونے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے جس سے بچنا متعاقدین کے لیے ضروری ہے۔

۳۔ **منافع کا محل معلوم ہو:** کرایہ داری کے معاملے میں یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی منفعت کا محل معلوم اور متعین ہو، کیونکہ اگر اس کو متعین نہ کیا جائے، پھر اس میں جہالت کی وجہ سے نزاع اور فساد کا اندیشہ ہوتا ہے مثلاً مؤجر کے دو مکان میں سے کسی ایک کو کرایہ پر دے دیا لیکن ان میں سے کسی ایک کو متعین نہیں کیا کہ کونسا مکان دیا ہے؟ تو اسی طرح کرایہ داری کا معاملہ کرنا درست نہیں کیونکہ اس میں جہالت آگئی ہے۔

۴۔ **اجارہ کی مدت معلوم ہو:** اجارے میں مدت معلوم ہونے کی شرط اگرچہ بعض فقہاء کی عبارات سے ضروری معلوم ہوتی ہے، جیسا کہ علامہ حصکفیؒ نے اجرت اور منفعت کی جہالت کے ساتھ ساتھ مدت کی جہالت کی وجہ سے بھی اجارہ کو فاسد قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

(يفسدها) كجهالة مأجور أو أجرة أو مدة أو عمل (۱۱)

"اجارہ اجرت، منفعت، مدت اور عمل کے مجہول ہونے سے فاسد ہو جاتا ہے۔"

واضح رہے کہ عام اجارہ کے لئے مذکورہ شرط کو ضروری قرار دیا جاسکتا ہے، البتہ اجارۃ العمل کے لیے یہ شرط لازمی نہیں کیونکہ اس میں مدت کے اختتام پر ادائیگی اجرت نہیں ہوتی کسی کام کی تکمیل پر ادائیگی ہوتی ہے۔

۵۔صنعت وحرفت میں عمل معلوم ہو: اجارہ کے معاملے میں صنعت وحرفت میں عمل معلوم کرناضروری ہے تاکہ جہالت کی وجہ سے نزاع کا معاملہ پیش نہ ہو جائے۔

۶۔معقود علیہ سے انتفاع حاصل کرنا شرعاً ممکن ہو: اگر کسی ناجائز امر پر اجارہ کا معاملہ سرانجام دیاجائے تو یہ درست نہیں کیونکہ اس میں اجارہ کسی ایسے امر پر کیاجارہاہے کہ وہ شرعاً قابلِ منفعت نہیں ہے۔

۷۔وہ عمل اجارہ سے پہلے مستاجر پر فرض یاواجب نہ ہو: جس عمل میں اجارہ کیاجارہاہے وہ عمل اس پر پہلے سے فرض یاواجب نہ ہوا گر ہو تو اس میں عقدِ اجارہ درست نہیں۔

۸۔منافع مقصود اور معتاد ہو: اجارہ کے منافع مقصود اور معتاد ہوناضروری ہیں ورنہ اجارہ کا معاملہ درست نہیں ہو گا۔

۹۔اجرت اور عوض معلوم ہو: اس عقد کے لیے ضروری ہے کہ اس میں جس عوض اوراجرت میں یہ معاملہ منعقد کیاجارہا ہو اسے معلوم اور متعین کرناضروری ہے کیونکہ اگر اسے متعین نہ کیاجائے تو اس میں جہالت کی وجہ سے فساد آتاہے خصوصاً عصرِ حاضر میں جب معاملات کی نت نئی شکلیں وجود میں آرہی ہیں جن میں عوض بھی مختلف صورتیں اختیار کرچکاہے جیساکہ عوض کبھی کسی نقد کی شکل میں آتاہے اسی طرح کبھی کسی چیز کی منفعت کی صورت میں آنا بھی ممکن ہے ۔اس لیے نزاع اور لڑائی سے بچنے کی خاطر عوض معلوم و متعین کرناضروری ہے۔

۱۰۔اجرت معقود علیہ کی جنس سے نہ ہو: عقد اجارہ کی صحت کے لیے ضروری ہے کہ اجرت معقود علیہ کی جنس سے نہ ہو یعنی منفعت کی اجرت میں ہی منفعت نہ دی جائے ورنہ اجارہ فاسد ہو گاجیساکہ اگر کوئی دوسرے سے یہ کہے کہ تمہیں میں اپنامکان کرایہ پر دیتاہوں جس کا کرایہ یہ ہو گا کہ آپ مجھے مکان کرایہ پر دوگے، تو یہ درست نہیں۔کیونکہ اس میں اجرت معقود علیہ کی جنس سے ہے۔

۱۱۔اجارہ میں ایسی شرط نہ لگائی ہو جو مقتضیٰ عقد کے خلاف ہو: عقدِ اجارہ میں کوئی ایسی شرط نہ ہو جس سے معاملہ فاسد ہوتاہو کیونکہ اگر اجارہ میں شرطِ فاسد لگائی جائے تو اس سے اجارہ فاسد ہو جاتاہے، اوراس مقالے میں بنیادی طور پر اس شرط کے متعلق تحقیق کی جائے گی، جس کی تفصیلاً بحث بعد میں آئی گی۔

اجارہ بطریقِ تمویل

اصل میں اجارہ کو بطورِ تمویل استعمال کرنے کے لیے کوئی ماڈل نہیں ہے بلکہ یہ ایک سادہ معاہدہ ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ کسی چیز کے منافع کے حصول کا حق ایک شخص سے دوسرے کی طرف مقررہ اجرت کے عوض منتقل کرنے کانام ہے۔لیکن پھر بھی آج کل اسے بطورِ تمویل استعمال کیاجاتاہے۔

اجارے کی اقسام

عام طور پر اجارہ کی دو قسمیں ہوتی ہیں:

۱۔اجارۃ الاشخاص(Services Ijara)

اس سے مراد وہ اجارہ ہے جس میں منفعت کسی ادارے یا شخص کی خدمات(Services) کی شکل میں وصول کی جاسکتی ہے اوراس کا معاوضہ اجرت کی صورت میں وہ وصول کرلیتا ہے۔تو اسے اجارۃ الاشخاص(Services Ijara) یا (Employment) کہا جاتا ہے۔

۲۔اجارۃ الاعیان(Leasing of Specific Property)

کسی چیز کو بطورِ استعمال معلوم اور طے شدہ مدت کے لیے فراہم کرنے کا نام ہے، مثلاً اثاثہ جات یا جائیداد کا منافع، جسے نفع لے کر استعمال کیا جائے یا مثلاً مکان، دکان اور گاڑی وغیرہ سے۔تو اسے اجارۃ الاعیان(Leasing of Specific Property) یا(Lease) کہتے ہیں۔

مالیاتی ادارے بنیادی طور پر سرمایہ نفع آور بنانے کے لیے اجارہ کا معاملہ کرتے ہیں جس کی درج ذیل دو قسمیں ہیں:

i. **اجارہ تشغیلیہ(Operational Lease):** اس سے مراد وہ معاملہ ہے جو مالیاتی ادارے کسی منقولہ اشیاء مثلاً گاڑی وغیرہ یا غیر منقولہ اشیاء جیسا کہ زمینیں، مکانات اور دکانیں وغیرہ میں ایک مدت تک اس طرح کرایہ داری کا معاملہ کرتے ہیں کہ ان کی ملکیت کو باقی رکھتے ہوئے کرایہ سے فائدہ اُٹھایا جائے۔

ii. **اجارہ منتہیہ بالتملیک(Financial Lease):** اسے اجارہ تمویلیہ بھی کہتے ہیں، جس سے مراد وہ عقد ہے کہ کوئی چیز کرایہ پر دے کر اس کی مقررہ مدت ختم ہونے کے بعد اسے ہبہ کیا جاتا ہے یا اس کے ہاتھ معمولی سی قیمت کے عوض فروخت کیا جاتا ہے۔

البتہ عصرِ حاضر کے مالیاتی ادارے سود سے جان چھڑانے کے لیے اسے بطورِ تمویل استعمال کرنے لگے ہیں اور عام طور پر مالیاتی ادارے جب اجارے کا معاملہ کرتے ہیں تو زیادہ تر یہی دوسری قسم کے اجارے کا معاملہ کرتے ہیں، جس سے مراد یہ ہے کہ کسی مملوکہ چیز کے منافع(Usufruct) کو ایسے کرایے کے عوض میں دینا جس کا بعد میں اس سے مطالبہ کیا جاسکے۔عصرِ حاضر کے مالیاتی اداروں کی اصطلاح میں اسے "فنانشیل لیز" کہتے ہیں۔

عام طور پر اسلامی مالیاتی اداروں میں فنانشیل لیز درج ذیل شرائط کے ساتھ جائز قرار دیا گیا ہے:

۱۔ مالیاتی ادارے کی طرف سے اجارے کی مدت کے اختتام تک کرایہ پر دی گئی چیز مالیاتی ادارے کی ملکیت میں رہتی ہے، اور بعد میں کلائنٹ کو اختیار دیا جاتا ہے کہ اگر وہ اسے لینا چاہے تو ایک الگ عقد کے ذریعے سے طے شدہ قیمت کے عوض میں اسے خریدلے یا الگ عقد کے ذریعے بعض دفعہ یہ چیز اسے بطورِ ہبہ (Gift) دی جاتی ہے۔

۲۔ اسلامی مالیاتی ادارے اس اجارے میں مستاجر (Lessee) پر صرف وہ ذمہ داریاں ڈال سکیں گے جن کا تعلق استعمال سے ہیں جسے "صیانہ عادیہ" (Minor Maintain) کہا جاتا ہے۔ باقی کسی چیز کے مالک ہونے کی حیثیت سے تمام تر ذمہ داریاں وہ بینک برداشت کرلے گا۔ مثال کے طور پر اگر کوئی گاڑی ہو تو اس کے مالک پر اس کے ٹیکس، انشورنس کرانا اور حادثے کی صورت میں اسے کوئی نقصان اور ضرر لاحق ہو جائے تو یہ اس کے مالک پر آئے گا۔

۳۔ اجارے (Leasing) کا معاملہ کرنے والا مالیاتی ادارہ اس کا کرایہ اس وقت وصول کرتا ہے کہ جب وہ اجارہ پر دی جانے والی چیز مستاجر کے قبضے میں دے دے۔[۱۲]

اجارہ میں لگائی جانے والی شروط کی عصری تطبیقات اور اثرات

یہاں پر عقدِ اجارہ میں لگائی جانے والی شرائط اور ان کے احکام کا جائزہ لیا جاتا ہے کیونکہ عصرِ حاضر میں معاملات کے اندر شروط لگانا ایک بنیادی ضرورت بن چکی ہے اور بسا اوقات ان کے بغیر معاملات طے کرنا نزاع اور ٹال مٹول کا سبب بن جاتے ہیں، چنانچہ ذیل میں عقدِ اجارہ کے اندر شرط کی عصری تطبیقات اور اثرات کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

۱۔ کرایہ (Rent) کی تعیین کے لیے فارمولا (Bunch Mark) مقرر کرنے کی شرط لگانا۔

۲۔ کرایہ (Rent) میں تاخیر پر جرمانے (Penalty) کی شرط لگانا۔

۳۔ رائج اجارہ میں سیکورٹی ڈیپازٹ (Security Deposit) کی شرط لگانا۔

۴۔ رائج اجارہ میں "صیانہ عادیہ" (Minor Maintain) اور مرمت کی شرط لگانا۔

۵۔ اجارے میں مخصوص استعمال (Proper Using) کی شرط لگانا۔

ذیل میں عقدِ اجارہ پر درج بالا شرائط کے اثرات اور اس کی تطبیقات کا جائزہ لیا جاتا ہے جس میں ہر ایک کا حکم مع اثر کے بیان کیا جاتا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ کون سی شرائط ایسی ہیں جنہیں اجارے کے اندر لگانے سے اجارہ بھی فاسد ہو جاتا ہے اور شرط خود بھی فاسد ہو جاتی ہے، اور کونسی شرائط ایسی ہیں جن کے پائے جانے سے اجارے میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔ چنانچہ ذیل میں ترتیب وار ملاحظہ فرمائیں:

ا۔ کرایہ (Rent) کی تعیین کے لیے فارمولا (Bench Mark) مقرر کرنے کی شرط لگانا

عصر حاضر کے طویل المیعاد (Long-term) اجارہ (Lease) میں عام طور پر مؤجر (Lessor) اس پر خوش نہیں ہوتا کہ وہ اس اجارہ کی پوری کی پوری مدت میں ایک ہی ریٹ پر عقد کرلے۔ کیونکہ مارکیٹ کے ریٹ میں کمی بیشی آنے کی وجہ سے نفع میں بھی تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ اس لیے مؤجر یہ چاہتا ہے کہ وہ عقد کے دوران کوئی ایسی شرط لگادے کہ جس سے وہ اس عقد کے دوران اتار چڑھاو سے متاثر نہ ہو مثلاً اگر موجر بینک ہے اور اس کی کرایہ پر دی ہوئی چیز کوئی مشینری ہے تو جب حکومت اس پر ٹیکس میں اضافہ کردے تو کرائے پر بھی اس کا اثر پڑے۔ کیونکہ اس اضافے کا ازالہ وہیں سے کیا جائے گا۔ یا متاجر طویل عرصے تک کرایہ پر دی جانے والی چیز کے کرائے میں ایک سال کی مدت کے ساتھ دوسرے سال کی مدت میں بھی اضافے کا خواہش مند ہو۔ اس لیے وہ یہ شرط لگادیتا ہے کہ میں یہ طویل المیعاد (Long-term) اجارہ اس شرط پر کرتا ہوں کہ کرایہ کی شرح ایک نہیں ہوگی بلکہ اجارہ کی مدت کے دوران کسی متعین اور معلوم فارمولے کے مطابق اس میں تبدیلی کی جائے گی، مثلاً موجودہ زمانے میں بعض اسلامی بینک مروجہ شرح سود کے قابل تغیر معیار (Bench Mark) کو بنیاد بناتے ہیں، جیسا کہ پاکستان میں کائبور (Karachi Inter Bank Offered Rate) کو معیار بنایا جاتا ہے یا بعض بینک ڈالر کے نرخ کے فارمولے سے کرایہ متعین کرتے ہیں جبکہ بعض اسٹاک ایکسچینج کے انڈیکس سے وابستہ کرتے ہیں اور ان کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ وہ مذکورہ لیزنگ کے ذریعے اتنا ہی نفع حاصل کرسکیں جتنا سودی بینک سودی قرض وغیرہ دے کر حاصل کرتے ہیں، اس لیے معاہدے میں یہ شرط لگاتے ہیں۔ نیز مذکورہ معیارات کی شرح چونکہ بدلتی رہتی ہے اس لیے لیز کی پوری مدت کے لیے اس کا تعین کرنا ممکن نہیں۔ تو اسلامی بینکوں کا "فنانشیل لیز" میں ایسی شرط لگانا درست ہے یا نہیں؟

مذکورہ شرط کا حکم اور اثر

عصر حاضر کے معاملات میں واقعی بعض صورتوں میں پیچیدگیاں پیدا ہوگئی ہیں جن کو ایک عام معاملے کے اصولوں پر منطبق کرنا ذرا مشکل ہے اس لیے کہ ان پیچیدگیوں کی وجہ سے بسا اوقات ان کے طریقہ کار میں تبدیلی آتی ہے جیسا کہ مذکورہ فنانشیل لیز (Financial Lease) کے معاہدے میں مذکورہ شرط لگانا۔ اب اگر اس معاملے میں دیگر شرعی خرابیاں نہ ہوں بلکہ ما قبل میں ذکر کردہ شرائط کے مطابق یہ معاملہ سرانجام دیا جارہا ہو تو اس طویل المیعاد (Long-term) اجارہ (Lease) میں یہ شرط لگانا درست ہے اور اس سے معاملے پر شرعاً اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ عصر حاضر کے بعض علمائے کرام نے مالیاتی اداروں میں اس طرح شرط لگانے کی گنجائش دی ہے۔ چنانچہ مفتی محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:

However, some contemporary scholars have allowed, in long-term

leases, to tie up the rental amount with a variable benchmark which is so well-known and well-defined that it does not leave room for any dispute. For example, it is permissible according to them to provide in the lease contract that in case of any increase in the taxes imposed by the government on the lessor, the rent will be increased to the extent of same amount. Similarly, it is allowed by them that the annual increase in the rent is tied up with the rate of inflation. Therefore, if there is an increase of 5% in the rate of inflation, it will result in an increase of 5% in the rent as well.

"بعض علماء طویل المیعاد لیز میں اس بات کی بھی اجازت دیتے ہیں کہ کرایے کی مقدار کو ایسے قابل تغیر کے ساتھ منسلک کیاجاسکتا ہے جو اچھی طرح معلوم ہو اوراس کی اچھی طرح وضاحت کر دی گئی ہو اوراس میں جھگڑے کا کوئی امکان باقی نہ رہاہو۔ جیساکہ ان علماء کے نزدیک لیز کے معاہدے میں یہ شرط لگاناجائز ہے کہ اگر حکومت کی طرف سے موجر پر لگائے گئے ٹیکس میں اضافہ ہو گاتو کرایہ میں بھی اس حساب سے اضافہ کر دیاجائے گا۔ اسی طرح یہ علماءاس بات کی بھی اجازت دیتے ہیں کہ کرائے میں سالانہ اضافے کو افراط زر کی شرح کے ساتھ منسلک کر دیاجائے، لہذااگر افراط کی شرح پانچ فیصد ہے تو کرایہ بھی پانچ فیصد بڑھ جائے گا۔"(۱۳)

اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ لیز کے معاملے میں اس طرح شرط لگانا کہ کرائے کی شرح ایک نہیں ہو گی بلکہ وہ کسی متعین معیار کے ساتھ مربوط کی جائے گی جیساکہ حکومت کے ٹیکس میں اضافہ کرنے کی وجہ سے طے شدہ شرط کی بنیاد پر کرایہ میں بھی اضافہ ہو تا ہے تو اس طرح شرط لگانا عصر حاضر کے علماء نے جائز قرار دیاہے۔ کیونکہ بظاہر اس شرط میں کوئی ایسی شرعی خرابی نہیں اور اس طرح کسی معلوم معیار سے کرایہ متعین کرنے سے اس میں جہالت بھی نہیں آتی کیونکہ کرایہ کے لیے اس معیار کو مقرر کرناایساہے جیساکہ فیصد کے اعتبار سے بعض دفعہ کرایہ کو متعین کیاجاتاہے جس سے اجرت مجہول نہیں ہوتی اوراس طرح آج کل عام رواج بھی ہے۔ اس کے علاوہ طویل المیعاد اجارے میں وقتاً فوقتاً مدت کے اعتبار سے اس کے کرایہ میں اضافہ کرنے کی فقہ اسلامی میں نظیر بھی موجود ہے، جیساکہ اراضی محتکرہ میں چونکہ طویل المیعاد اجارہ ہو تاہے اور جب مستاجر یہ زمین کرایہ پر لیتاہے تو اس کا ایک دفعہ کرایہ طے کرنے کے بجائے اجرتِ مثل سے اس کا کرایہ مربوط کیاجاتاہے یعنی جتنا اجرتِ مثل ہو کرایہ بھی اتناہی ہو گاجیساکہ اگر اجرتِ مثل میں اضافہ ہو گاتو مستاجر بھی کرایہ زیادہ دے گا۔ چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

أن مستأجر أرض الوقف إذا بنى فيها ثم زادت أجرة المثل زيادة فاحشة فإما أن تكون الزيادة بسبب العمارة والبناء أو بسبب زيادة أجرة الأرض في نفسها۔۔۔وفي الثاني تلزمه الزيادة (۱۴)

"مستاجر نے وقف کی زمین کرایہ پر لے کر اس میں کوئی تعمیر کی، پھر اس کی اجرتِ مثل (کرایہ) میں کافی اضافہ ہوا تو اس صورت میں دیکھا جائے گا کہ یہ اضافہ کسی چیز کی تعمیر کی وجہ سے ہوا ہے یا خود زمین مہنگی ہوئی ہے اور اسی دوسری صورت میں مستاجر پر اضافہ دینا لازم ہے۔"

مذکورہ عبارت سے یہ واضح ہوگیا ہے کہ طویل المیعاد (Long-term) اجارہ میں کرایہ کی تعیین اجرتِ مثل سے کی جاتی ہے اور اجرتِ مثل بھی کبھی کم اور کبھی زیادہ ہوتی ہے جس کی وجہ سے کرایہ میں بھی کمی بیشی آسکتی ہے تو اس طرح کرایہ کے لیے اجرتِ مثل کو معیار بنانا فقہاء نے جائز قرار دیا ہے۔ اسی طرح اگر عصر حاضر کے مالیاتی ادارے مذکورہ طویل المیعاد لیز میں کرایہ کی تعیین کسی مخصوص اور متعین معیار کے ساتھ مشروط کر دیں تو یہ شرط بھی جائز ہونی چاہیے۔ البتہ سود کی شناعت اور قباحت کی وجہ سے اگرچہ شرح سود کو معیار بنانا ایک پسندیدہ عمل نہیں ہے لیکن جائز ہے۔ اس کی مثال یوں بنتی ہے جیسا کہ ایک شخص بازار سے کوئی چیز چوری کرکے لے آیا اور اس کے پڑوس میں دوسرے شخص نے اسے دیکھا تو اسے پسند آئی، اب اس نے اس چیز کو خریدنے کے لیے کسی کو وکیل مقرر کرکے کہا کہ یہ پیسے لے لو میرے لیے بھی بعینہ اسی طرح چیز خرید کرکے لاؤ، تو صورت میں دونوں ایک جیسی چیزیں ہیں، لیکن حقیقتاً اس میں فرق ہے وہ یہ ہے کہ ایک جائز طریقے سے آئی ہے جبکہ دوسری ناجائز طریقے سے، تو مذکورہ صورت میں بھی سود کو صرف کرایہ کی تعیین کے لیے معیار بنایا جاتا ہے باقی کرایہ ایک جائز طریقے سے وصول کیا جاتا ہے۔ لہذا شرعاً اس طرح صورت اختیار کرنے میں حقیقتاً کوئی خرابی نہیں ہے۔

۲۔ کرایہ (Rent) میں تاخیر پر جرمانے (Penalty) کی شرط لگانا

اجارہ کے معاملے میں جب مستاجر (Lessee) کوئی چیز کرایہ پر لے کر استعمال کرتا رہتا ہے لیکن بعض دفعہ اس چیز کے کرایہ میں وہ تاخیر کرتا ہے اور مقررہ وقت پر ادا کرنے سے ٹال مٹول کرتا ہے جس سے موجر (Lessor) کو بسااوقات پریشانی کا سامنا کرتا ہے اور بعض دفعہ کسی بڑے نقصان کا بھی خطرہ ہوتا ہے، تو اس چیز کے سدباب کے لیے عصر حاضر کے مالیاتی ادارے اجارہ اور مرابحہ کے معاملات اور ان کے معاہدوں میں یہ شرط لگادیتے ہیں کہ اگر کرایہ وغیرہ میں مستاجر نے تاخیر کی اور مقررہ وقت پر ادا نہیں کیا تو وہ اتنی اضافی رقم بطورِ جرمانہ ادا کرے گا تو اجارہ وغیرہ میں اس طرح شرط لگانا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

مذکورہ شرط کا حکم اوراثر

اس کا حکم یہ ہے کہ جب مستاجر نے کسی مالیاتی ادارے وغیرہ کے ساتھ اجارے (Lease) کا معاملہ کیا تو اس میں کرایہ مستاجر کے ذمے دَین (Debit) ہوا اور دَین پر مزید اضافی رقم وصول کرنا صریح ربا اور سود ہے اور سود قرآن وحدیث اوراجماع امت سے ناجائز اور حرام ہے جس کی وجہ سے اجارہ وغیرہ میں ایسی شرط لگانا فاسد ہے جس کی وجہ سے معاملہ بھی فاسد ہو جاتا ہے۔

اسی طرح دَین میں تاخیر کی وجہ سے جرمانہ لینا اوراس پر اضافی مال وصول کرنے پر فقہائے کرام نے یہ اجماع نقل فرمایاہے کہ یہ بھی سود میں شامل ہے جسے قرآن مجید میں حرام قرار دیا گیاہے۔ چنانچہ "علامہ ابن عبدالبر "لکھتے ہیں:

وأجمع العلماء من السلف والخلف أن الربا الذي نزل القرآن بتحريمه هو أن يأخذ صاحب الدين لتأخير دينه بعد حلوله عوضا عينا أو عرضا۔(۱۵)

"متقدمین اور متاخرین علمائے کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ قرآن مجید کے اندر جس رباکو حرام قراردیاگیاہے اس سے مراد وہ ہے جو دَین کی میعاد پوری ہونے کے بعد تاخیر کی وجہ سے بطورِ عوض دائن وصول کرلیتاہے خواہ وہ عین ہو یا کوئی سامان ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ کرایہ میں تاخیر کرنے پر جرمانہ یااضافی مال کی شرط لگاناشرطِ فاسد ہے کیونکہ یہ صریح ربا پر مشتمل ہے اور اجارہ کے معاملے میں کرایہ کی تاخیر پر اس طرح شرط لگانے سے معاملہ بھی فاسد ہو جاتا ہے۔

۳۔ رائج اجارہ میں سیکورٹی ڈیپازٹ (Security Deposit) کی شرط لگانا

موجودہ زمانے میں چونکہ لوگوں میں معاملات کے حوالے سے معاہدوں کالحاظ نہ رکھنے اور اپنے کیے ہوئے وعدوں پر پورانہ اترنے کے حوالے سے کافی کمزوریاں آگئی ہیں، اس لیے بعض دفعہ شرائط اورالتزامات سے خالی عقود باہم نزاع وغیرہ کے باعث بنتے ہیں، تو اس سے بچنے کی خاطر معاملات میں شروط لگائی جاتی ہیں جن میں سے ایک شرط سیکورٹی ڈیپازٹ کی بھی ہے اور یہ شرط چونکہ موجر (Lessor) کے نقصان کے سدباب کے لیے بہترین آلہ ہے، اس لیے عصرِ حاضر کے مروجہ مالیاتی ادارے اور خصوصاً غیر سودی بینک جب اجارہ (Lease) کا معاملہ کرتے ہیں تو اس میں بینک کی طرف سے یہ شرط لگائی جاتی ہے کہ اجارہ میں فراہم کی جانے والی چیز کو اس وقت مہیا کیاجائے گا، جب مستاجر (Lessee) سیکورٹی ڈیپازٹ (Security Deposit) کے طور پر پہلے بینک کے پاس رقم رکھوائے، تاکہ بالفرض اگر بینک کو اس معاملے میں مستاجر کی طرف سے کوئی نقصان وغیرہ پہنچے تو اس رقم سے اس کی تلافی کی جائے، کیونکہ بینک کو یہ حق حاصل ہو تاہے کہ اجارہ کی ابتداء سے لے کر انتہاء تک مستاجر کی طرف سے حقیقی نقصانات کاازالہ اس رقم سے

کرلے، مثلاً کلائنٹ (مستاجر) کرایہ ادا نہیں کرتا یا اس کے نادہندہ ہونے کی بنا پر کرایہ پر فراہم کردہ چیز میں اجارہ کا معاملہ ختم کرکے بذریعہ نیلام کرنا پڑے، تو مذکورہ اسباب کے پیشِ نظر بینک کے قبضے میں دی ہوئی رقم سے واقعی نقصان کی تلافی کی جاسکتی ہے۔ اب اجارہ (Lease) کے معاملے میں اس طرح شرط لگانے میں بظاہر احد المتعاقدین کا نفع ہے اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ معاملات میں کوئی ایسی شرط لگانا جس میں احد المتعاقدین کا نفع ہو وہ بھی شرطِ فاسد میں داخل ہے۔ اب کیا یہ شرط فاسد ہے یا نہیں؟ اور شرعاً اجارہ کے معاملے پر اس طرح شرط کا کیا اثر ہے؟

مذکورہ شرط کا حکم اور اثر

مذکورہ شرط کی شرعی حیثیت بیان کرنا اور اس کے اثرات کا جائزہ لینا سیکورٹی ڈیپازٹ (Security Deposit) کی فقہی تکییف پر موقوف ہے، کیونکہ اگر اس کی حیثیت رہن کی ہے تو پھر معاملات میں نفسِ رہن رکھوانے کی شرط لگانے کو جائز قرار دینے میں تو کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے، اور اگر اس کی حیثیت قرض کی ہے تو پھر اس کے عدم جواز میں کوئی شک نہیں، کیونکہ پھر تو کل قرض جر نفعافھو ربا یا مشروط عقد میں داخل ہے۔ اگر اس کی حیثیت امانت کی ہے تو پھر اس طرح شرط لگانے میں معاملات میں جو فائدہ پیشِ نظر ہوتا ہے، وہ حاصل نہیں ہوتا، لہذا ذیل میں پہلے اس رقم کی فقہی تکییف کو بیان کیا جاتا ہے تاکہ شرعاً اس پر شرطِ فاسد یا صحیح ہونے کا حکم لگایا جاسکے۔

سیکورٹی ڈیپازٹ (Security Deposit) کی فقہی تکییف

سیکورٹی ڈیپازٹ کے مقاصد پر غور کرنے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ اس کی شرعی حیثیت میں آراء مختلف ہیں۔ بنیادی طور پر اس کی تین حیثیتیں بنتی ہیں: (۱) رہن (۲) امانت (۳) قرض

(۱) رہن (Mortgage)

سیکورٹی ڈیپازٹ کو اگر "رہن" مان لیا جائے تو اس میں دو شرعی خرابیاں لازم آتی ہیں: پہلی خرابی یہ ہے کہ رہن مال مضمون کے عوض میں آتا ہے یعنی اگر کسی سے دوسرے کا مال کوتاہی اور غفلت سے ہلاک ہو جائے تو اس کی تلافی بطورِ ضمان (Risk) رہن سے کی جائے گی اور عقدِ اجارہ تو امانات کے قبیل سے ہے اور امانت میں چونکہ امین ضامن نہیں ہوتا۔ اس لیے اس کے عوض رہن رکھنا جائز نہیں۔ اس کے بارے میں "علامہ ابن عابدینؒ" نے فرمایا ہے کہ امانت اگر خود ہلاک ہو جائے تو اس کے عوض میں کوئی چیز ذمے میں نہیں آتی، اگر اسے ہلاک کیا جائے تو پھر امانت ہی نہیں رہی بلکہ اس پر غصب کا حکم لگے گا۔ جیسا کہ "علامہ شامیؒ" کی درج ذیل عبارت سے اس کی وضاحت ہوتی ہے:

قوله (ولا بالأمانات) أي لا يصح أخذ الرهن بها ۔۔۔ فالأمانة إن هلكت فلا شيء في مقابلتها وإن

استهلكت لا تبقى أمانة بل تكون مغصوبة (۱۶)

رہن کی صورت میں دوسری خرابی یہ ہے کہ موجودہ حالات میں بینک وغیرہ اجارہ کے معاملے میں اسی رقم کو مجموعی پول میں شامل کرتے ہیں جس سے بینک فائدہ حاصل کرتا رہتا ہے، حالانکہ مرتہن کا رہن سے انتفاع کرنا سود میں شامل ہے۔ (۱۷)

اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ خرابیوں کی وجہ سے اس رقم کی حیثیت رہن کی نہیں ہو سکتی۔

۲۔امانت(Deposit)

اگر اس رقم کی حیثیت "امانت" کی ہو پھر بینک وغیرہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ امانت ہی کے طور پر رکھے کیونکہ پھر اس میں نہ کوئی تصرف کر سکتا ہے اور نہ اس سے کوئی اور انتفاع لے سکتا ہے، حالانکہ بینک طے شدہ منصوبے کے تحت اسے استعمال کرتا ہے اور اس سے مذکورہ بالا فوائد بھی حاصل کرتا ہے اس لیے یہ تجویز بھی درست نہیں۔

۳۔قرض(Loan)

اگر سیکورٹی ڈیپازٹ کی حیثیت نفسِ "قرض" کی ہو پھر تو یہ شرطِ فاسد ہے کیونکہ اس کی وجہ سے ایک عقد دوسرے عقد پر مشروط کیا جاتا ہے مثلاً یہاں عقدِ اجارہ کو عقدِ قرض کے ساتھ مشروط کیا جارہا ہے اور ایک عقد کو دوسرے عقد پر مشروط کرنا ناجائز ہے اور یہی صفقتان فی صفقۃ ہے جس کی حدیث شریف میں ممانعت آئی ہے۔اس لیے ایسی شرط جو نص کے خلاف ہو، فاسد ہو گی۔ چنانچہ علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

وإن شرط في القرض أن يؤجره داره أو يبيعه شيئا أو أن يقرضه المقترض مرة أخرى لم يجز لأن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن بيع وسلف ولأنه شرط عقدا فلم يجز (۱۸)

شرعی تکییف

مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ " سیکورٹی ڈیپازٹ " نہ رہن کے طور پر رکھا جاتا ہے ، اور نہ خالص امانت یا قرض کے طور پر۔ لہٰذا اس کی درست تکییف یہ ہے کہ اگرچہ ابتداءً امانت ہے لیکن انتہاءً قرض ہے چونکہ اس میں صراحتاً یا عرفاً کلائنٹ کی طرف سے بینک کو اس بات کی اجازت ہوتی ہے کہ وہ اسے اپنے پاس رکھ کر بوقتِ ضرورت اس سے اپنے نقصان کی تلافی بھی کرتا رہے اور اپنے مال کے ساتھ مخلوط کرکے بطورِ ضمان (Risk) اس کا مالک بن جائے اور اس صورت میں اس کی حیثیت قرض کی بن جاتی ہے کیونکہ امام ابو حنیفہؒ کا موقف یہ ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کے پاس کوئی چیز بطورِ امانت رکھوائی اور اس (رکھنے والے) نے اسے اپنے مال کے ساتھ ملا دیا تو اس چیز سے مالک (رکھوانے والے) کی ملکیت ختم ہو جاتی ہے اور اس صورت میں رکھنے والا بشرطِ ضمان (Risk) اس میں تصرف کر سکتا ہے۔ چنانچہ

"فتاوی الہندیہ" میں ہے:

فأما إذا خلطها بإذنه فجواب أبي حنيفة رحمه الله تعالى لا يختلف بل ينقطع حق المالك بكل حال (۱۹)

مذکورہ مسئلے میں امام ابو حنیفہؒ کے مسلک کو علامہ خالد اتاسی رحمہ اللہ نے راجح قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

وانما المتون قاطعة على قول الامام، على ان المسئلة المتون المذكورة اجماعية كما صرح به في متن الملتقى وفي الدرر ايضا، فلينبه وليتامل عند الفتوى (۲۰)

اس سے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جب امانت رکھوانے والے نے یہ اجازت دے دی کہ اس میں تصرف کر سکتا ہے تو پھر اس کی ملکیت سے امانت نکل کر جس کے پاس رکھی ہے، اس کی ملکیت میں آجاتی ہے۔ البتہ وہ اس کا ضامن بھی ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ سیکورٹی ڈیپازٹ کی حیثیت قرض کی ہے اور بینک اس کا مالک بن جاتا ہے، اس لیے بینک اس کا ضامن بھی ہوتا ہے۔

سیکورٹی ڈیپازٹ (Security Deposit) کا حکم

جب یہ معلوم ہوا کہ سیکورٹی ڈیپازٹ (Security Deposit) میں رقم کی حیثیت قرض کی ہے پھر اجارہ (Lease) میں کسی قرض کی شرط لگانا شرطِ فاسد ہے۔ کیونکہ اس میں موجر (بینک) کا فائدہ ہے اور معاملے میں کوئی ایسی شرط لگانا جس میں احد المتعاقدین کا نفع ہو، شرطِ فاسد ہے، کیونکہ ایسی شرط تقاضائے عقد کے خلاف ہے اور اجارہ میں ایسی شرط لگانا جو تقاضائے عقد کے خلاف ہو، اس سے اجارہ بھی فاسد ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اس کی وضاحت درج ذیل "فتاوی ہندیہ" کی عبارت میں ہے:

والإجارة تفسدها الشروط التي لا يقتضيها العقد۔ (۲۱)

"اجارہ ان شروط سے فاسد ہوتا ہے جن کا عقد تقاضا نہ کرتا ہو۔"

اس سے معلوم ہوا کہ سیکورٹی ڈیپازٹ کی شرط بھی فاسد ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شرط اگرچہ تقاضائے عقد کے خلاف ہے لیکن عرف ورواج کی وجہ سے اسے جائز قرار دیا گیا ہے کیونکہ آج کل کوئی بھی مؤجر اگر مکان، دکان اور گاڑی کرایہ پر دیتا ہے تو سیکورٹی ڈیپازٹ کے بغیر دینے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ شرط اتنی متعارف ہو گئی ہے کہ اس کے بغیر اجارہ کا معاملہ کرنا تقریباً ناممکن ہے اور دوسرا یہ کہ حضراتِ حنفیہؒ کے اصول میں یہ بات بھی گذر چکی ہے کہ بعض دفعہ شرط اگرچہ تقاضائے عقد کے خلاف ہوتی ہے لیکن چونکہ اس میں تاجر حضرات کا عرف ورواج اتنا عام ہوتا ہے کہ اس کے بغیر اس معاملے کا تصور ممکن نہیں ہوتا اس لیے عرف کی بنیاد پر یہ شرط جائز اور درست ہے اور معاملات میں ایسی شرط لگانے سے معاملے پر کوئی اثر نہیں پڑتا جیسا کہ

علامہ سرخسیؒ نے فرمایاہے کہ اگر شرط ایسی ہو جس کا عقد تقاضا نہیں کرتا لیکن اس میں لوگوں کا عرف اور تعامل جاری ہے تو اسے جائز قرار دیا جائے گا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

وإن کان شرطا لا يقتضيه العقد وفيه عرف ظاهر فذلک جائز أيضا. (۲۲)

"اور اگر کوئی شرط ایسی ہو جس کا عقد تقاضہ نہیں کرتا، لیکن لوگوں کا عرف اس میں جاری ہے تو یہ شرط بھی جائز ہے۔"

مذکورہ عبارت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ سیکورٹی ڈیپازٹ (Security Deposit) کی شرط لگانا اگرچہ مقتضائے عقد کے خلاف ہے جس کی وجہ سے یہ ناجائز ہونی چاہیے، لیکن اس میں عصرِ حاضر کے تاجر حضرات اور خصوصاً غیر سودی مالیاتی اداروں کا تعامل اور عرفِ عام جاری ہے، اس لیے یہ جائز ہے۔

۴۔ رائج اجارہ میں "صیانہ عادیہ" (Minor Maintain) اور مرمت کی شرط لگانا

اجارہ کے معاملے میں یہ بات طے کرنا شرعاً ضروری ہے کہ کرایہ پر دی گئی چیز کی مدتِ اجارہ کے دوران تمام تر ذمہ داریاں جن کا تعلق ملکیت سے ہے، مؤجر پر عائد ہوں گی مثلاً اگر مستاجر کی غفلت اور تعدی کے بغیر بینک سے کرایہ پر لی ہوئی گاڑی کو کوئی نقصان پہنچ جائے یا کسی حادثے کا شکار ہو جائے تو یہ نقصان بینک کا ہوگا۔ اسی طرح انشورنس وغیرہ کروانے کی ذمہ داری بھی بینک پر عائد ہوگی اور اس گاڑی کے بنیادی طور پر قابلِ انتفاع ہونے کے لیے جن خرابیوں کی مرمت پر خرچہ آتا ہے، وہ بھی بینک بطورِ ملکیت برداشت کرے گا۔ لیکن چونکہ غیر سودی مالیاتی ادارے جب کسی گاڑی وغیرہ میں اجارہ کا معاملہ کرتے ہیں تو اس میں یہ شرط لگادیتے ہیں کہ مدتِ اجارہ میں گاڑی کی وہ معمولی خرابی کی صیانہ (Minor Maintain) اور مرمت کروانا جن کا تعلق استعمال سے ہے مثلاً پیٹرول ڈالنا، سروس کرانا، ٹائر تبدیل کروانا، ٹیوننگ کرنا اور پلگ وغیرہ تبدیل کرانے کی ذمہ داری مستاجر پر ہوگی، تو مذکورہ معاملے میں ایسی شرط لگانا درست ہے یا نہیں۔

مذکورہ شرط کا حکم اور اثر

اس کا حکم یہ ہے کہ بظاہر یہ شرطِ فاسد معلوم ہوتی ہے کیونکہ شریعت کا اصول یہ ہے کہ مدتِ اجارہ کے اندر فراہم کردہ چیز میں جو بھی خرابی ہو، اس کو درست کرنا مؤجر کی ذمہ داری بنتی ہے نہ کہ مستاجر کی۔ تاہم شریعت کے اس بنیادی اصول کے پیشِ نظر غیر سودی مالیاتی ادارے یا بینک وغیرہ جب اجارے کا معاملہ کرتے ہیں تو اس میں مذکورہ اصولوں کے مطابق تمام تر ذمہ داریاں مؤجر پر عائد کرتے ہیں۔ البتہ عصرِ حاضر میں غیر سودی مالیاتی ادارے یہ طویل المیعاد (Long-term) اجارہ کرتے ہیں جو تقریباً تین سال تک ہوتا ہے۔ اس لیے وہ کسی معمولی درستگی (Minor

Maintain) اور مرمت کروانے کی شرط لگادیتے ہیں اور یہ چھوٹی موٹی مرمت جس کا تعلق اس چیز کے استعمال سے ہوتا ہے مثلاً پیٹرول ڈالنا، سروس کرانا، ٹیوننگ کرانا اور پلگ اور ٹائر تبدیل کروانا وغیرہ کی شرط لگانا اور یہ معمولی مرمت کی ذمہ داری متاجر پر عائد کرنے کی شرعاً گنجائش ہے۔ اس لیے اسی طرح کی شرط لگانے کی گنجائش دی گئی ہے۔ کیونکہ فقہائے کرام نے یہ اصول بیان فرمایاہے کہ مؤجر متاجر پر کوئی ایسی شرط عائد نہیں کرسکتا، جس کا فائدہ اور اثر مدتِ اجارہ کے ختم ہونے کے بعد معتد بہ مقدار میں باقی رہے اور مذکورہ چھوٹی موٹی مرمت کی شرط کا اثر ایسا نہیں ہے جو مدتِ اجارہ ختم ہونے کے بعد بھی باقی ہو۔ اس شرط کے جواز کے بارے میں مفتی محمد تقی عثمانی صاحب فقہائے کرام کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ اگرچہ اجارہ میں فقہائے کرام نے کسی ایسی شرط کی اجازت نہیں دی ہے کہ اس سے ذمہ داری متاجر پر عائد ہو، البتہ اگر اجارہ طویل مدت کے لیے ہو تو اس طرح شرط لگانے کی فقہائے کرام نے بھی اجازت دی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

> ”زمین کے اجارے میں یہ بھی (فقہاء نے) فرمایا گیاہے کہ مؤجر متاجر پر یہ شرط بھی عائد نہیں کرسکتا کہ وہ زمین میں ہل چلائے، یانہر بنائے لیکن ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کردی ہے کہ اگر اجارہ طویل مدت کے لیے ہے اور زمین میں ہل چلانے یانالیاں بنانے کی شرط عائد کرلی گئی تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔“(۲۳)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ طویل المیعاد اجارہ ہے۔ اس میں اگر چھوٹی موٹی مرمت کی شرط لگائی جائے تو وہ درست ہے۔

۵۔ اجارہ میں مخصوص استعمال(Proper Using)کی شرط لگانا

عقدِ اجارہ میں اشیائے استعمال دوطرح کی ہوتی ہیں: ایک وہ ہیں جنہیں استعمال کرنے سے بدل جاتی ہیں دوسری وہ ہیں جو استعمال کرنے سے بدلتی نہیں، وہ اشیاء جو استعمال کرنے سے بدلتی ہیں، ان میں استعمال کرنے والے کا بھی اعتبار کیاجائے گا مثلاً بعض دفعہ ایک کے استعمال کا طریقہ مختلف ہوتا ہے جس پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور یہی چیز دوسرے آدمی کے استعمال سے تبدیل ہوجاتی ہے تو ان اشیاء کے استعمال میں اگر مؤجر اجارہ میں مخصوص استعمال کرنے والے یا مخصوص جگہ کی شرط لگادے مثلاً مؤجر یوں کہہ دے کہ اس اجارہ میں یہ گاڑی اس شرط پر دی جاتی ہے کہ اسے فلاں متعین آدمی ہی استعمال کرے گا یا اس کو محض فلاں شہر تک ہی لے کر جائے گا یا اسے فلاں مخصوص کام کے لیے استعمال کیاجائے گا۔ تو عقدِ اجارہ میں مذکورہ تخصیص کی شرط لگانا جائز ہے یا نہیں؟

مذکورہ شرط کا حکم اوراثر

مذکورہ شرط یعنی مخصوص استعمال (Proper Using) کی شرط لگانا تقاضائے عقد کے مطابق ہے کیونکہ وہ اشیاء جو استعمال کرنے سے تبدیل ہو جاتی ہیں،ان میں یہ شرط لگانادرست ہے کیونکہ اس طرح شرط لگانا عین عقد کا تقاضا بھی ہے اوراس شرط یا قید کا اعتبار بھی کیاجاتا ہے۔ چنانچہ علامہ علی حیدرؒ فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز جس میں استعمال کرنے والے کے لحاظ سے تبدیلی آتی ہو، اس میں شرط اور تقیید کا اعتبار کیاجائے گا۔ لہذااس میں اگر کوئی ایسی شرط لگادی جائے کہ کرایہ پر دی جانے والی سواری پر صرف فلاں فلاں (متعین اشخاص) سواری کریں گے تو اس شرط کالحاظ رکھنا ضروری ہے کیونکہ یہ شرط صحیح ہے۔ چنانچہ اس بارے میں وہ "شرح المجلۃ" میں لکھتے ہیں:

لو استأجر دابة على أن يركبها فلانا فليس له أن يركبها غيره (۲۴)

"اگر کسی نے کوئی سواری اس شرط پر بطور اجارہ لی کہ اس پر فلاں (متعین شخص) سواری کرے گا تو اس کے لیے جائز نہیں کہ اس پر اپنے علاوہ کسی اور کو سوار کرے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ عقدِ اجارہ میں مذکورہ شرط لگانادرست ہے۔ البتہ اگر کوئی ایسی چیز کے اجارہ میں اس طرح شرط لگادے جو استعمال کرنے سے بدلتی نہیں جیسا کہ کوئی گھر کسی کو کرایہ پر دے دیا اور اس میں مخصوص شخص کی رہائش کی شرط لگادی تو یہ شرط لغو ہو کر باطل ہو جائے گی اور معاملہ بدستور برقرار رہے گا۔ اس لیے کہ مذکورہ شرط لگانے میں اس کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ مختلف بندوں کا گھر کی رہائش میں کوئی زیادہ تفاوت نہیں پایا جاتا۔ اس لیے ایسی شرط لگانا باطل ہے جس کا عقد میں کوئی اعتبار نہیں کیاجائے گا۔ جیسا کہ علامہ شیخی زادہؒ لکھتے ہیں:

فلو شرط المؤجر سكنى واحد بعينه في إجارة الدار جاز للمستأجر أن يسكن غيره لأن الشرط ليس بمفيد لعدم التفاوت في السكنى (۲۵)

خلاصہ یہ کہ اجارے میں اگر کسی سواری کے استعمال میں کسی نے مخصوص فرد کے استعمال کی شرط لگادی تو یہ شرط لگانا سواری میں درست رہے گا کیونکہ سواری ایسی چیز ہے جس میں مختلف لوگوں کے استعمال سے فرق پڑتا ہے۔ البتہ اگر کوئی ایسی چیز ہے کہ مختلف لوگوں کے استعمال سے اس میں عام طور پر کوئی زیادہ تغیر اور تبدل نہیں آتا تو اس میں کسی مخصوص فرد کے استعمال کی شرط لگانادرست نہیں ہے۔ جیسا کہ گھر کے اجارے میں کسی نے مخصوص شخص کے استعمال کی شرط لگادی تو مختلف لوگوں کے استعمال سے اس میں عام طور پر کوئی خاص تغیر اور تبدل نہیں ہوتا۔ اس لیے گھر کے اجارہ میں یہ شرط لگانادرست نہیں۔

مقالہ نگار کی رائے

مقالہ نگار کی رائے یہ ہے کہ آج کل گھر کے استعمال میں بھی مخصوص افراد کے استعمال کی شرط لگانے کی گنجائش ہونی چاہیے کیونکہ عصر حاضر میں گھر کے استعمال میں لوگوں کے طور طریقے اور عادات مختلف ہیں۔ بعض لوگ گھروں کو اچھے طریقے سے استعمال کرتے ہیں اور بعض لوگ ان کے استعمال میں بہت ہی بے احتیاطی برتتے ہیں جس سے بعد میں نزاع اور فساد برپا ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔ اس لیے آج کل تخصیص کی شرط لگانے کی گنجائش ہونی چاہیے تاکہ لوگ نزاع وغیرہ سے بچ سکیں۔ واللہ تعالی اعلم۔

خلاصہ بحث

اس مقالے کے تحقیقی مطالعہ میں درج ذیل نکات سامنے آئے ہیں:

اجارہ کا بنیادی تعارف، ارکان وشرائط اوراس کی اہمیت و مشروعیت کے حوالے سے تحقیق کی گئی ہے۔ نیز اجارہ میں لگائی جانے والی شروط کی تطبیقات اوراس پر ان کے اثرات کے حوالے سے مطالعہ کیا گیا ہے، جس میں جائز اور ناجائز شرائط کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔ مثلاً کرایہ (Rent) کی تعیین کے لیے فارمولا (Bench Mark) مقرر کرنے کی شرط لگانا، رائج اجارے میں سیکورٹی ڈیپازٹ کی شرط لگانا، "صیانہ عادیہ" (Minor Maintain) اور مرمت کی شرط لگانا اور اس میں مخصوص استعمال کی شرط لگانا جیسی شرائط جائز ہیں۔ اس کے علاوہ اس میں تاخیر پر جرمانے (Penalty) کی شرط لگانے کو فاسد قرار دیا گیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ابن منظور: جمال الدين محمد بن مكرم بن منظور الأفريقي المصري- المتوفى عام ۷۱۱هـ . -لسان العرب- جلد٤،ص۱۰-الناشر : دار صادر – بيروت-الطبعة الأولى

۲۔ أبو البركات عبد الله بن أحمد بن محمود حافظ الدين النسفي - (المتوفى: ۷۱۰هـ) -كنز الدقائق-ص۵۴۳-المحقق: أ. د. سائد بكداش-الناشر: دار البشائر الإسلامية-دار السراج-الطبعة: الأولى، ١٤٣٢هـ - ۲۰۱۱م ایضا:(أحمد بن غنيم بن سالم النفراوي- (المتوفى : ۱۱۲٦هـ) - الفواكه الدواني على رسالة ابن أبي زيد القيرواني-جلد ۲،ص ۱۷۸-المحقق : الشيخ عبدالوارث محمد على-الناشر الكتب العلمية- بيروت -الطبعة الاولى : ۱۹۹۷ء -۱٤۱۸ھ)

۳۔ شرف الدين موسى بن أحمد بن موسى أبو النجا الحجاوي- (المتوفى : ۹٦۰هـ) -الإقناع في فقه الإمام أحمد بن حنبل-

جلد٢،ص٢٨٣-المحقق : عبد اللطيف محمد موسى السبكي-الناشر : دار المعرفة بيروت – لبنان

٤۔ شيخ الإسلام ، زكريا الأنصاري-أسنى المطالب في شرح روض الطالب-جلد٢، ص ٤٠٣-تحقيق : د . محمد محمد تامر -دار النشر : دار الكتب العلمية – بيروت-الطبعة : الأولى:١٤٢٢ هـ – ٢٠٠٠ء

٥۔ سورة الطلاق: ٦٥: / (٦

٦۔ سورة القصص :٢٨-(٢٨/ ٢٧

٧۔ البخارى ، محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفيؒ صحيح البخاري-رقم الحديث:٢٢٢٧ -جلد٣، ص٨٣-المحقق: محمد زهير بن ناصر الناصر-الناشر: دار طوق النجاة -الطبعة: الأولى، ١٤٢٢هـ)ايضا:(البيهقي، أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر - (المتوفى: ٤٥٨هـ) - السنن الكبرى-رقم الحديث:١١٣٧٦-جلد٦،ص١٤-المحقق: محمد عبد القادر عطا-الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت – لبنات-الطبعة: الثالثة، ١٤٢٤ هـ - ٢٠٠٣م

٨۔ البيهقي، أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر - (المتوفى: ٤٥٨هـ) -السنن الكبرى-رقم الحديث:١١٦٥٩-جلد٦،ص٢٠٠-)ايضا:(أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي - (المتوفى: ٤٥٨هـ) -معرفة السنن والآثار-رقم الحديث:١٢١١٠-جلد٨،ص٣٣٥-المحقق: عبد المعطي أمين قلعجي-الناشرون: جامعة الدراسات الإسلامية - (كراتشي - باكستان) -دار قتيبة- (دمشق -بيروت) - دار الوعي (حلب - دمشق)، - دار الوفاء، (المنصورة - القاهرة)، -الطبعة: الأولى، ١٤١٢هـ - ١٩٩١م

٩۔ الكاسانى ،علاء الدين، أبو بكر بن مسعود بن أحمد الكاساني الحنفي- (المتوفى: ٥٨٧هـ)، -بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع-جلد٤، ص ١٧٤- الناشر: دار الكتاب العربى -الطبعة: ١٤٠٢هـ - ١٩٨٢م

١٠۔ الشيخ نظام وجماعة من علماء الہند- الفتاوى الهندية فى مذهب الإمام الأعظم أبى حنيفة النعمان-المشهور بفتاوى العالمكيرية -جلد٤،ص٤١١،- الناشر دار الفكر-سنة النشر ١٤١١هـ - ١٩٩١م

١١۔ العلامہ الحصكفى ، علاؤالدين محمد بن على - (المتوفى : ١٠٢٥ھ-١٠٨٨ھ) -الدرالمختار على شرح تنوير الابصار-فى فقہ مذہب الامام ابى حنيفة النعمانؒ- مع حاشية ردالمحتار-جلد٦ص ٣٦-الناشر: ایچ ،ایم سعید کمپنی -کراچی ، پاکستان

١٢۔ عثمانى ، محمد تقى ، مفتى - فقہ البيوع على المذاہب الاربعۃ مع تطبيقاتہ معاصرة مقارنا بالقوانين الوضعية -جلد١ ، ص٥٢٦-کراچی-مکتبہ معارف القرآن كراتشى ، باكستان -البطعة : ١٤٣٦ھ- ٢٠١٥ء

١٣۔ Mufti Muhammad Taqi Usmani,pg:117.An Introduction to Islamic Finance ***ایضا:مفتی محمد تقی عثمانی-اسلامی بینکاری کی بنیادیں ایک تعارف۔مترجم مفتی زاہد-ص۱۷۹***

١٤۔ ابن عابدين،خاتمة المحققين محمد امين الشہير بابن عابدين،علامہ-حاشية رد المختار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار

-فقه أبو حنيفة- (حاشيہ ابن عابدين) -جلد۴ ،ص۳۹۱-الناشر دار الفكر للطباعة والنشر-مكان النشر بيروت. -سنة النشر ١٤٢١هـ - ٢٠٠٠م.

١٥۔ عبدالبر، أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمرى القرطبى - (المتوفى : ٤٦٣ھ) – الكافى فى فقہ أهل المدينۃالمالكى-جلد٢،ص٦٣٣-المحقق : محمد محمد أحيد ولد ماديك الموريتانى - الناشر : مكتبۃ الرياض الحديثۃ-الرياض-المملكۃ العربيۃ السعوديۃ-الطبعۃ : الثانيۃ ، ١٤٠٠ھ-/١٩٨٠ء

١٦۔ ابن عابدين،خاتمۃ المحققين محمد امين الشہير بابن عابدين،علامہ-حاشية رد المحتار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار -فقه أبو حنيفة-جلد٦،ص۲۹۲- الناشر دار الفكر للطباعة والنشر-مكان النشر بيروت-سنة النشر ١٤٢١هـ - ٢٠٠٠م

١٧۔ علامہ حصكفیؒ ، علاؤالدين محمد بن على الحصكفیؒ ، علامہ - الدرالمختار - جلد٦، ص ۳۸۲-الناشر : دارالفكر،بيروت-١٣٨٦ء

١٨۔ ابن قدامة ،عبد الله بن أحمد بن قدامة المقدسي أبو محمد-المغني في فقه الإمام أحمد بن حنبل الشيباني- جلد٤، ص ٣٩٠-الناشر : دار الفكر – بيروت- الطبعة الأولى ، ١٤٠٥ھ

١٩۔ الشيخ نظام وجماعۃ من علماء الہند-الفتاوى الهنديۃ فى مذهب الإمام الأعظم أبى حنيفۃ النعمان-المشہور بفتاوى العالمكيريۃ-جلد٤،ص٣٤٩-الناشر دار الفكر- سنۃ النشر ١٤١١ھ - ١٩٩١م

٢٠۔ الاتاسى ، مفتى حمص خالد الاتاسى ، علامہ-شرح المجلۃ ،- جلد٣، ص٢٦٩-المادة : ۲۸۹- الناشر : مكتبہ رشيديۃ -کوئٹہ

٢١۔ الشيخ نظام وجماعۃ من علماء الہند- الفتاوى الهنديۃ فى مذهب الإمام الأعظم أبى حنيفۃ النعمان-المشہور بفتاوى العالمكيريۃ -جلد٤،ص٤٤٢-الناشر دار الفكر-سنۃ النشر ١٤١١ھ - ١٩٩١م

٢٢۔ السرخسى ، شمس الدين أبو بكر محمد بن أحمد بن أبي سهل شمس الأئمۃالسرخسي-المبسوط للسرخسي،(المتوفى: ٤٨٣ھ) -جلد١٣،ص ٢٥

٢٣۔ عثمانى ، محمدتقى ، مفتى-غير سودى بينكارى - ص ٢٥٧-٢٥٨- الناشر : مكتبہ ادارة المعارف كراچی-الطبعہ : ١٤٣٠ھ – ٢٠٠٩ء

٢٤۔ علي حيدر- درر الحكام شرح مجلة الأحكام- (المادة:٥٥١) -جلد١،ص ٥٤٠-تحقيق تعريب: المحامي فهمي الحسيني- الناشر دار الكتب العلمية- مكان النشر لبنان / بيروت

٢٥۔ عبدالرحمن بن محمد سليمان الكيبولى المدعو بشيخى زاده- (المتوفى:١٠٧٨ھ) مجمع الانہر فى شرح ملتقى الابحر- جلد٣،ص٥٢٤- تحقيق:خليل عمران المنصور-الناشر دار الكتب العلميۃ ، لبنان/ بيروت-الطبعۃ: ١٤١٩ھ١٩٩٨م